فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ

سالانہ ...... عہ

ششماہی ۳

سہ ماہی ...... عا/

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۵۱ر

شرح چندہ

سالانہ ۵

ششماہی ۳

سہ ماہی ...... عا/

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۵ | ۸ ر شہریور ۱۳۵۵ ف | ۳ ر شعبان ۱۳۶۴ھ | ۱۴ ر جولائی ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر (۱۳)

ہندوستان میں برطانوی ہائی کمشنر کا تقرر

اور
اُس کے دستوری مضمرات

ویول اسکیم میں ایک تجویز یہ ہے کہ برطانوی مفادات کی نمائندگی اور حفاظت کے لئے ایک ہائی کمشنر مقرر کیا جائے گا۔ مسٹر ایمری نے دار العلوم میں تقریر کرتے ہوئے یہ وضاحت کی تھی کہ ایسا تقرر برطانوی نوآبادیات کی تقلید میں کیا جائے گا جہاں انگلستان کا ایک ہائی کمشنر متعین ہے۔ ایسا کمشنر حکومت ہند کے مختلف محکموں سے معاشی معاملات میں گفتگو اور معاہدے کرے گا۔ مسٹر ایمری کا استدلال یہ تھا کہ اس عمل سے یہ کمال (؟) ہائی نہیں ہے کہ وائسرائے صدر کونسل کی حیثیت سے کونسل پر اپنا اثر ڈال کر ان چیزوں کو قبول کرنے کی ترغیب دے رہا ہے جو برطانیہ کے مفاد سے متعلق ہیں نہ کہ ہندوستان کے مفاد سے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسے تقرر سے وائسرائے کا بے ڈھب پوزیشن ختم ہو جائے گا یعنی اس کو حکومت برطانیہ کے نمائندے اور ہندوستان کے گورنر جنرل کی دو حیثیتوں سے کام کرنا پڑے گا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ حق تمیز کو ہندوستان کے مفاد میں استعمال کرنے کا تعزیہ ۱۹۲۰ء سے رائج ہے جبکہ گاندھی اروِن پیاکٹ میں بحث کیا گیا تھا کہ جو تحفظات نئے دستور میں درج کئے جا رہے ہیں وہ ہندوستان کے مفاد میں ہیں۔

اس امر سے سب واقف ہیں کہ گزشتہ چودہ سال کے دوران میں گورنر جنرل کے خصوصی اختیارات کس طرح استعمال کئے گئے۔ اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ اختیارات ہندوستان کے مفاد میں استعمال کئے گئے یا برطانوی سامراج کے مفاد میں۔ بہرحال ہائی کمشنر کا تقرر نوآبادیات سے محض ایک ظاہری مماثلت رکھتا ہے۔ آج کل حکومت برطانیہ ہندوستان کے لئے نوآبادیات کے دستور کی تقلید کرتی ہے مگر حقیقی اقتدار منتقل کئے بغیر۔ وہ بیرونی دنیا خاص کر امریکہ اور سوویت روس کو یہ دکھانا چاہتی ہے کہ ہندوستان کو اقتدار دیا جا رہا ہے حالانکہ ہندوستان آزاد اور خود مختارانہ حیثیت سے محروم ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ نوآبادیات میں گورنر جنرل کو کوئی دستوری اقتدار حاصل نہیں ہے وہ محض تاج برطانیہ کا ایک نمائندہ ہے۔ ایسی صورتوں میں برطانوی مفادات کی نمائندگی کے لئے ہائی کمشنر کا تقرر سمجھ میں آسکتا ہے اور اس کی واقعاً ضرورت بھی ہے۔ لیکن جہاں گورنر جنرل اور وائسرائے کو تمام خصوصی اختیارات حاصل ہوں اور جبکہ وائسرائے کی کونسل کے ارکان مقننہ کے آگے نہیں بلکہ وائسرائے کے آگے ذمہ دار ہوں ہائی کمشنر کا تقرر ناقابل فہم ہے۔ جب تک نوآبادیات کی طرح گورنر جنرل کے اختیارات کو سختی کے ساتھ محدود نہ کیا جائے ایسے تقرر کی کوئی دستوری اہمیت نہیں جیسا کہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے برخلاف ایسے تقرر سے ہندوستان کی معاشی اور مالیاتی خود مختاری کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

اس تقرر میں ایک اور اہم سوال مضمر ہے۔ یاد ہوگا کہ کرپس کی سجاویز میں یہ وضاحت کی گئی تھی کہ آزاد ہندوستان کے دستور میں برطانوی سرمایہ اور برطانوی تجارتی مفادات کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوگا۔ اس موضوع سے متعلق سر اردشیر دلال کے حالیہ قطعی بیان نے برطانوی تجارتی طبقہ میں ایک ہلچل پیدا کر دی تھی۔ ویول کے پیش کش میں اس قسم کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ مرکزی اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں مسٹر منو صوبہ دار کی ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ قانون حکومت ہند بابتہ ۱۹۳۵ء کی دفعات (۱۱۱) تا (۱۲۱) منسوخ کر دی جائیں جو برطانوی تجارتی تحفظات سے متعلق ہیں۔ سمجھا جاتا ہے کہ سر اردشیر دلال کی انگلستان کو روانگی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس مسئلہ کی حکومت سے گفتگو کر کے اس مسئلہ کا حل دریافت کرے۔ بہرحال ہمیں خبر نہیں کہ رکن منصوبہ بندی کو اس مسئلہ کی اہمیت اور شدت اور اس سے متعلق ہندوستان کے جذبات کو حکومت کو محسوس کرانے میں کس حد تک کامیابی ہوئی۔ مسٹر منو صوبہ دار کی قرارداد پر مرکزی اسمبلی میں بحث کے سلسلہ میں خود سر اردشیر دلال نے اس مسئلہ کی اہمیت کو تسلیم کیا تھا۔ توقع کی جاتی ہے کہ سر اردشیر دلال ہندوستان واپس ہونے کے بعد اپنی اولین فرصت میں مرکزی مقننہ اور پبلک کو اپنا ...

بقیہ صفحہ نمبر (۱۱)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵	۴ شہریور ۱۳۵۵ف	نمبر ۴

مسلمانانِ ہند کی سیاستِ حاضرہ پر ایک نظر

دیول اسکیم پر مسلمانانِ ہند کی مختلف جماعتوں یا اداروں پر جو ردِ عمل ہوا اس کا تجزیہ نہ صرف مسلمانانِ ہند کے نقطۂ نظر سے مفید ہو سکتا ہے بلکہ اس سے ہندوستان کی غیر مسلم آبادی کو بھی مسلمانانِ ہند کی ذہنی اور نفسیاتی ساخت کے سمجھنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ یہ موضوع اگرچہ بہت اہم اور نازک ہے تاہم اس کوشش کی جائے گی کہ دیانت داری اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اس پر اظہارِ خیال کیا جائے۔

ہم چند امور کی نفی اور چند امور کے اثبات سے یہ بحث شروع کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ مسلم لیگ غیر مسلم اقوامِ ہند کی دشمن ہے یا برطانوی اربابِ اقتدار کی مدد کرکے یا ان کی خوشنودی حاصل کرکے اس نے اپنے موجودہ مسلک کو اختیار کیا ہے۔

(۲) یہ بھی غلط ہے کہ وہ مسلمان جو لیگ سے باہر ہیں یا جو کانگریس یا جمعیت العلماء یا احرار پارٹی یا مسلم مجلس میں شریک ہیں یا ان اداروں سے ہمدردی رکھتے ہیں مسلم قوم کے غدار ہیں یا غیر مسلم جماعتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر انھوں نے اپنے آپ کو لیگ سے الگ کر رکھا ہے۔

(۳) ہندوستان کے مسلم باشندوں کی اکثریت بالعموم اور بہ حیثیت مجموعی ہندوستان کو برطانوی اقتدار سے آزاد دیکھنے کی دل سے متمنی ہے۔ اور اگر مسلمانوں کو اس کا یقین ہو جائے کہ ہندوستان کی آزادی کی جد و جہد خود مسلمانوں کی آزادی کے بھی مترادف ہوگی تو اس جد و جہد میں تو ہندوستان کا مسلمان پیش پیش رہے گا کیونکہ قربانی اور ایثار اس کی سرشت میں موجود ہے اور جان پر کھیل جانا اس کی صدیوں کی روایات میں شامل ہے۔

(۴) ایک عام مسلمان خواہ وہ مسلم اکثریت والے صوبہ کا باشندہ ہو یا مسلم اقلیت والے صوبہ کا خواہ وہ کشمیر میں رہتا ہو یا حیدرآباد میں کسی غیر مسلم کا دشمن نہیں ہے۔ اس کا مذہب اس کو کسی سے بیر یا عداوت رکھنے سے منع کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی شخصی پریشانیوں میں اس قدر منہمک ہے کہ اس کو کسی غیر مسلم سے دشمنی کرنے کی فرصت نہیں۔ اس کی شخصی پریشانیوں کے اسباب میں اس کا افلاس ... کا کثیر الاولاد ہونا اور اس کا نسبتاً بلند معیارِ زندگی شامل ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں میں بالعموم کمانے والے کم اور کھانے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

یہ چند حقائق ہیں جن کے پس منظر میں مسلمانانِ ہند کے سیاسی رجحانات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک اوسط مسلمان سے یہ سوال کیا جائے کہ وہ کس چیز کو اپنی قوم کا سیاسی نصب العین قرار دینا چاہتا ہے تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ غیر مسلموں کے تسلط سے مسلمانوں کی آزادی۔ غیر مسلموں سے اس کی فوری مراد انگریز ہوں گے اور اس کے بعد ہندوستان کی غیر مسلم آبادی یعنی ہندو اکثریت۔

جہاں تک انگریزوں کے تسلط سے آزادی کا تعلق ہے مسلم لیگی اور غیر مسلم لیگی ہر دو عناصر ہم خیال ہیں۔ البتہ جب یہ سوال پیدا ہو کہ برطانوی اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ہندو اور مسلم تعلقات مساویانہ اور دوستانہ ہونے چاہئیں تو اس حد تک بھی ان دونوں عناصر میں اختلاف نہیں ہے البتہ اختلاف ہے تو اس امر پر کہ ان مقاصد کے حصول کے طریقے کیا ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مسلم لیگی یہ کہہ سکتا ہے کہ جب تک ہندو قوم کی جانب سے اس امر کی قابلِ اطمینان ضمانت نہ ملے کہ برطانوی تسلط کے اختتام کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی اختیار کرنی نہ پڑے گی مسلمان آزادیِ ہند کی جد و جہد میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اس کے برخلاف ایک قوم پرست یہ کہہ سکتا ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ بعد میں بھی طے ہو سکتا ہے آزادیِ ہند کی جد و جہد میں ہمیں ہندو بھائیوں کے دوش بدوش غیر مشروط طور پر لڑنا چاہئے۔ مسلم لیگی اور غیر مسلم لیگی میں یہ جو اختلاف ہے وہ برطانوی تسلط سے آزادی کی حد تک ہے۔ رہا نفس ہندو مسلم مسئلہ کی حد تک بھی ان دو عناصر میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ لیگی مسلمان ساری ہندو قوم سے بدظن اور مایوس ہو چکا ہے۔ اس کے برخلاف ایک قوم پرست کی رائے یہ ہے کہ اگر ہندو قوم کے بعض عناصر نے زیادتی کی یا تعصب برتا یا جارحانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا تو ساری قوم کو اسی معیار سے جانچنا صحیح نہ ہوگا۔ ہندو قوم میں اچھے عناصر بھی موجود ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ہندو قوم کے اچھے عناصر کے ساتھ تعاون اور ہمدردی برتیں اور ان کا تعاون اور ہمدردی حاصل کریں۔

غرض اس بات کے ماننے میں کسی کو تامل نہ ہونا چاہئے کہ سب مسلمان برطانوی تسلط سے آزادی کے طلب گار ہیں بجز ان چند خود پرستوں یا زر پرستوں کے جن کی مثال ہر قوم اور ہر ملک میں مل سکتی ہے۔ ہم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ کوئی مسلمان ہندوؤں کا دشمن نہیں ہے ساتھ ہی ساتھ کوئی مسلمان خواہ وہ لیگی ہو یا غیر لیگی ہندوؤں کی غلامی کے لئے تیار نہیں ہے۔ جس طرح برطانوی اربابِ اقتدار کو خوش کرنے یا ان کی عنایتوں سے متمتع ہونے کی خاطر بعض مسلم افراد برطانیہ کی غلامی کا دم بھرنے تیار ہیں اسی طرح ہندو سرمایہ داروں کی خوشنودی اور ہندو قوم میں واہ واہ حاصل کرنے کے لئے بعض مسلمان ایسے ہو سکتے ہیں جو اپنی قوم کے بنیادی مفادات کو پس پشت ڈال کر لالچ اور خود غرضی کے تحت نعرے بلند کریں جو مسلم قوم کے مخالفین کے لئے کارآمد ثابت ہوں۔ لیکن ایسی خود غرض ہستیوں کا وجود اس مسلک کو متاثر نہیں کر سکتا جو ایک قوم پرست مسلمان کا دیانت داری کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

قوم پرست اور لیگی میں اگر غور سے دیکھا جائے تو اہم فرق یہ ہے کہ قوم پرست یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہندو قوم کے اچھے عناصر بالآخر اپنی قوم کے فسادی عناصر پر غلبہ حاصل کر سکیں گے۔ مسلم لیگی سمجھتا ہے یہ محض حسنِ ظن ہے۔

اس تجزیہ کے بعد ہم دیول اسکیم سے متعلق مسلمانوں

ڈویول کو دکھا کر تو گئے، جیسا کہ ہمارے ناظرین واقف
ہیں کہ ہم مسلم لیگی ہیں اور احقر و مسلمین کے رکن رہ چکے
ہیں اور قوم پرست کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ
... ہم نے یہاں اپنے مسلک کی وضاحت شروع
کر دی۔ اس بیان سے مقصد یہ تھا کہ ہم جو کچھ بھی کہیں
مسلم لیگی نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود ہماری یہ رائے
ہے کہ وائسرائے کونسل کے ان مسلم ارکان کے نام پیش
کرنے کا اختیار جن کا ذکر ویول اسکیم میں کیا گیا ہے مسلم
لیگ کو حاصل ہونا چاہئے۔ ہم یہ اس لئے نہیں کہہ رہے
ہیں کہ مسلم لیگ سے باہر قابل اور دیانت دار مسلمان
نہیں ہیں۔ لیگ سے باہر کافی اچھے لوگ موجود ہیں۔ ہم
اس لئے لیگ کے دعویٰ کی تائید کرنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ
دعویٰ قبول نہ ہوا تو مسلم قوم کے وقار کو ٹھیس لگے گی۔
کوئی مسلمان خواہ وہ قوم پرست ہو یا خود پرست اس بات کو گوارا
نہیں کرے گا کہ اس وقت جبکہ مسلم قوم مسٹر جناح کی بے
مثال قیادت میں اپنے قومی شعور کو بیدار کر چکی ہے یہ محسوس
کرنے لگے کہ اس کے ارادہ کی آواز ایک کل ہند مسئلہ میں نظر
انداز بھی کی جا سکتی ہے۔ یہ احساس اس کو پست کر دے گا
لیکن اگر مسٹر جناح کے مطالبہ کو ارباب متعلقہ تسلیم نہ کریں تو
مسٹر جناح کے لئے صحیح راستہ یہی ہے کہ وہ مسلم لیگ کو
اس عارضی حکومت میں شریک نہ کریں۔ اس کا سب سے
بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلم لیگ حزب الاختلاف کی حیثیت
اختیار کرنے کے بعد ہر اعتبار سے ایک منظم اور قومی ادارہ
بن جائے گی اور وہ مسلم افراد جو نام و نمود یا جاہ طلبی
کی خاطر مسٹر جناح کے گرد منڈلایا کرتے تھے لازماً
گوشہ نشینی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور ان کے
بجائے وہ مسلمان جو صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایثار و قربانی
کا مادہ رکھتے ہیں اور عوام کی قیادت کے اہل اور مستحق ہیں
منظر عام پر آ جائیں گے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسلم لیگ
پچھلی چالیس سالہ زندگی میں کبھی کسی جد و جہد سے دو چار
نہیں ہوئی۔ آج تک وہ کاغذی احتجاج سے اپنا کام
چلاتی رہی ہے لیکن بڑے ادارے اس طرح نہیں
بن سکتے۔ جب تک وہ جد و جہد سے دو چار نہ ہو جائیں
وہ صحیح معنوں میں ایک باعمل اور بااثر ادارہ نہیں بن سکتے
مسلمانان ہند کی خوش نصیبی ہوگی اگر مسٹر جناح کی بے لوث
قیادت میں انہیں یہ موقع نصیب ہو۔ ہم مسٹر جناح
کی صحت اور درازی عمر کے دل سے متمنی ہیں کیونکہ موجودہ
مسلم اکابرین میں ان کا کوئی جانشین نظر نہیں آتا۔
اگر مسٹر جناح کی زندگی میں اور انہی کی قیادت میں مسلمان
ایک مرتبہ ایثار و قربانی کی منزل طے کر لیں تو اس سے
دوہرے فائدے مرتب ہوں گے۔ ایک یہ کہ ذاتی
مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے والے مسلمان پیش
پیش ہو جائیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ غیر مسلم اقوام
کے اچھے عناصر ان قربانیوں سے متاثر ہو کر پیشتر ان
مذہب جماعتوں کو قابو میں رکھنے کی کوشش کریں
گے جو مسلمانوں کی مخالفت و بیخ کنی پر تلے بیٹھے

نظر آتے ہیں۔

رہی لارڈ ویول کی اسکیم تو اس کے متعلق ہماری
یہ رائے ہے کہ ایسے مسلمانوں کے تعاون سے جو لیگ
سے باہر ہیں اس اسکیم کو نافذ کر دینا مناسب ہوگا کیونکہ
برطانوی اقتدار کو محدود کرنے کا ایک اچھا موقع ویول
اسکیم کے ذریعہ ہندوستان کو مل رہا ہے اور کوئی اچھا
ہندوستانی اس موقع کو کھونا پسند نہیں کرے گا جہاں
تک مسلم مفاد کا تعلق ہے یہ امر طے شدہ ہے کہ عارضی
حکومت کے قیام سے مسلمانوں کے مستقل مطالبات متاثر
نہ ہوں گے۔ رہے مسلمانوں کے ایسے مفادات جن کا
روزمرہ نظم و نسق سے تعلق ہے تو ایسے مفادات بھی کسی
طرح متاثر نہ ہوں گے خواہ قوم پرست جماعت کے
افراد وزارتوں پر فائز ہوں یا مسلم لیگی کیونکہ جیسا کہ
ہم نے اوپر بتایا ہے مسلمانوں کا وقار اور ان کی خوشحالی
ہر مسلمان کے پیش نظر ہے۔ غیر لیگی افراد جو وزارتوں
پر آ سکتے ہیں وہ یقیناً قابل اور آزمودہ اشخاص ہوں
گے مثلاً سر محمد ظفر اللہ، ڈاکٹر ذاکر حسین، سر مرزا اسماعیل
وغیرہ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات اچھے مسلمان
نہیں ہیں؟

بہرکیف ویول اسکیم کے تعلق سے مسلمانوں
کا مفاد اسی میں ہے کہ یا تو مسٹر جناح کا یہ مطالبہ قبول
کر لیا جائے کہ وہی مسلم ارکان کو نامزد کریں گے
یا مسلم لیگ اس اسکیم سے الگ رہے اور اپنی تنظیم
کو وسیع، بااثر اور قوی بنا لے۔

اس بحث کے سلسلہ میں ہم یہ بھی بتا دینا
چاہتے ہیں کہ اگر ہمیں کانگریس کو [illegible] مشورہ دینے کا موقع
ملتا تو ہمارا مشورہ یہ ہوتا کہ وہ مسلم لیگ کے مطالبہ کو
تسلیم کر کے اپنے وقار کے تحفظ کے لئے مناسب [illegible]
سے چند مسلمانوں کو نامزد کرے۔ ہندو قوم کی عددی
اکثریت، اس کا غیر معمولی تمول، اس کی زبردست
تنظیمی صلاحیت، اس کے پروپیگنڈے کا وسیع تجربہ
یہ سارے امور اس امر کے ضامن ہیں کہ کونسل میں ہندو
ارکان کی کمی اس کے مفادات کو نقصان نہیں پہنچا
سکتی۔ وہ مسلمان جو کانگریس کی جانب سے نامزد کئے
جا رہے ہیں انہیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ وہ اپنے کسی
حق کی بنا پر نہیں بلکہ کانگریس اپنے اس دعویٰ کی تائید
میں کہ وہ قومی حیثیت کی حامل ہے انہیں نامزد کر رہی
ہے دوسرے الفاظ میں ان کی نامزدگی کانگریس کے
مصالح یا اس کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ہم قارئین کی
سہولت کے لئے چند جملوں میں اس کا خلاصہ درج ذیل
کرتے ہیں۔ (۱) مسلم لیگ کا ایک منظم اور باعمل ادارہ
کی حیثیت سے برقرار رہنا بعض ہندو عناصر کی فرقہ وارانہ
اور جارحانہ ذہنیت کے پیش نظر ضروری ہے۔ (۲)
کانگریسی یا قوم پرست مسلمان اپنی قوم کے غدار نہیں ہیں
بلکہ ہندو قوم کے اچھے عناصر سے نیک توقعات وابستہ
کئے ہوئے ہیں۔ (۳) اگر ویول اسکیم میں مسلم لیگ شامل
نہ ہو تو حزب الاختلاف کی حیثیت سے اس کی تنظیم قوی
تر اور اس کی آواز موثر ہو جائے گی کیونکہ اس کو موقع ملے
گا کہ مسٹر جناح کی قیادت میں ایثار و قربانی کی منزل
طے کرے۔ (۴) عارضی حکومت میں اگر غیر لیگی مسلمان
شامل ہوں تو ان کی شمولیت مسلم مفادات کے تحفظ
کے لئے مضر نہ ہوگی کیونکہ یہ عارضی حکومت مسلمانوں کے
مستقل مطالبات کے تصفیہ کی مجاز نہ ہوگی۔ (۵) اسلامی
نقطۂ نظر سے موجودہ سیاسیات، وہ جو کچھ بھی ہو خالص اسلامی
سیاسیات نہیں ہے۔ اسلامی سیاسیات ہم اسی کو قرار
دے سکتے ہیں جس کا مطمح نظر قرآنی حکومت کا قیام ہو۔
فی الوقت مسلمانوں کی کوئی قابل لحاظ جماعت اس کے
لئے آمادہ نظر نہیں آتی۔ جب ہماری سیاست قرآنی سیاست
نہیں ہے تو مسلم مفاد کے تحفظ اور مسلمانوں کی ترقی کی راہیں
ڈھونڈ نکالنے کے لئے ہر مسلمان کا فریضہ یہی ہونا چاہئے
کہ مصلحت بینی کو راہ آسان کرے۔

شملہ کانفرنس

کانگریس نے وائسرائے کی قیادت قبول کرلی

"انڈین پنڈنٹ انڈیا" کا تبصرہ

شملہ کانفرنس ابھی اختتام کو نہیں پہونچی۔ اس وقت یہ کہنا مشکل ہے کہ بالآخر یہ کس طرح ختم ہوگی۔ رجائیت اور جوش و خروش جو ابتدا میں پایا جاتا تھا اب اُس میں وہ شدت نہیں رہی۔ جیسا کہ کانفرنس کے مندوبین میں سے ایک نے کہا کہ "وائسرائے نے ٹرین کو چالو کردیا ہے۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکتا تھا۔ اب مندوبین کا کام ہے کہ تمام موانعات پر قابو پاتے ہوئے ٹرین کو منزلِ مقصود تک لے جائیں۔ مگر ہمیں خبر نہیں کہ مندوبین میں اس فرض کو انجام دینے کی کتنی صلاحیت یا آمادگی ہے۔ راستہ میں جو چیز سب سے زیادہ حائل ہے وہ کانگریس اور لیگ کے اختلافات ہیں۔

لیگ کے ساتھ مخالفانہ رویہ

کانگریس اور لیگ میں بہت سی چیزیں بنائے اختلاف ہیں۔ ان امور کی نسبت مسلم لیگ کا موقف صحیح ہو یا غلط بالکل واضح ہے اور کانگریس کا موقف بے ضابطہ۔ ذی اثر کانگریسی قائدین بیانات جاری کر رہے ہیں جو نہ صرف ایک دوسرے سے متضاد ہیں بلکہ ان کے سابقہ بیانات کے بھی خلاف ہیں۔ مسلم لیگ سے متعلق ان کی عام روش دوستانہ نہیں ہے۔ چند روز قبل فیض آباد میں ایک جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر نریندر دیو نے کہا۔

"میں لیگ سے سیاسی اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہوں مگر اس کی موجودہ قیادت اور موجودہ نصب العین اس مقصد کے لئے امید افزا نہیں"

کانگریسی ذہنیت کی یہ ایک نمایاں مثال ہے۔ لیگ کی قیادت اور نصب العین سے متعلق ایسا نقطہ نظر اختیار کرنے کے بعد یہ کہنا دشوار ہے کہ ایک عارضی حکومت کی تشکیل ہی کے لئے کانگریس کس طرح لیگ سے سمجھوتہ کرسکتی ہے۔ پس اس امر کا یقین نہیں کیا جاسکتا کہ کانفرنس کے مندوبین اس دشواری پر جو راستہ میں حائل ہے قابو پاسکیں گے۔ لارڈ ویول کی یہ کوشش کہ کانگریس اور لیگ کے ذریعہ سیاسی صورتحال میں بہتری پیدا کی جائے کہیں رائیگاں نہ جائے۔

کس نے منتخب کیا!

کانفرنس کے مندوبین کو اکثر اخبارات مندوبین کی اصطلاح سے تعبیر کر رہے ہیں۔ یہ سوال برمحل نہ ہوگا کہ ان مندوبین کو کس نے اور کب منتخب کیا! یہ سوال اٹھانا اس لئے ضروری ہے کہ ان مندوبین کو ہندوستانی عوام کے مندوبین کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے۔ ان کی بڑی تعداد کانگریس اور لیگ کے قائدین پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض وزیر اعظم ہیں یا تھے۔ ان وزرائے اعظم کی حد تک یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا انتخاب دس سال قبل ایک ایسے دستور کے تحت ہوا تھا جس میں ہندوستان کی ۸۵ فی صد آبادی کو حق رائے دہی سے محروم رکھا گیا ہے۔ ان مندوبین کو کسی طرح کھینچ تان کر ہندوستانی عوام کے مندوبین نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہ اصحاب زیادہ سے زیادہ اُن طبقوں کے نمائندے ہیں جو قومی تحریک پر مسلط ہیں۔ عوام کی ایک بہت بڑی تعداد قومی تحریک کے دائرہ عمل سے باہر رہی اور لیڈروں نے عوام الناس کے مفاد کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔ عوام الناس اور اُن کے نمائندوں کو شملہ کانفرنس سے بالکلیہ باہر رکھا گیا۔ ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی اور انڈین فیڈریشن آف لیبر نے اس واقعہ کی جانب توجہ دلائی اور اس امر پر شدید احتجاج کیا کہ عوام کے نمائندوں کو شملہ کانفرنس میں شریک نہیں کیا گیا۔ ان کے احتجاج پر بہرحال کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ لیکن اس غلطی کی اصلاح کرنے سے وائسرائے کے انکار یا اخبارات کا مندوبین کو مندوبین قرار دینے سے اس واقعہ پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ شملہ کانفرنس اُن طبقوں کے نمائندوں تک محدود ہے جو قومی تحریک پر مسلط ہیں۔

اصلی تصفیہ

شملہ کانفرنس میں پس پردہ کیا ہو رہا ہے اس کی نسبت بہت کم معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ کچھ خبریں اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں۔ ان خبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قومی لیڈر جس چیز پر صرف غور کر رہے ہیں وہ عہدوں کی تقسیم ہے۔ مناقشہ اس امر پر جاری ہے کہ وائسرائے کی کونسل کے ارکان کی تعداد کیا ہو اور کس جماعت کے کتنے ارکان شریک کئے جائیں۔

ذمہ دار کونسل کے اختیارات کی نسبت سوال اٹھایا جاتا ہے اور نہ یہ پوچھا جا رہا ہے کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کونسا پروگرام روبہ عمل لایا جائے گا۔ ویول اسکیم کے بیان مندرجہ بالا کو تمام شرکائے کانفرنس نے قبول کرلیا ہے۔ کانگریس نے جو آزادی، اقتدار کی فوری اور مکمل منتقلی اور خود مختار حکومت کے لئے گرج رہی تھی بہت عجلت کے ساتھ ان سارے مطالبات کو برطرف رکھ کر اس کونسل کی رکنیت قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے جو قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء کے تحت قائم ہے اور جو وائسرائے کے حق تنسیخ کے تابع ہے اور یہ وہی حق تنسیخ ہے جس کی ۱۹۴۲ء میں کرپس کی پیشکش کے موقع پر نہایت زور شور سے مذمت کی گئی تھی۔

قومی تحریک کے نمائندوں اور وائسرائے کے مابین کوئی سیاسی نزاع نہیں۔ تمام قوم پرست لیڈر خواہ وہ اعتدال پسند کانگریسی ہوں یا انتہا پسند لارڈ ویول کے اس سیاسی پیشکش کو قبول کرلیا ہے۔ جس کا اعلان ان کی نشری تقریر میں کیا گیا تھا۔ یہ قوم پرست لیڈر سامراجی تسلط قبول کرکے اُن قوانین کی پرستش کر رہے ہیں جن کے تحت انہیں کام کرنا ہے۔ اگر شملہ کانفرنس کامیاب ہو جائے تو قومی تحریک کے لیڈر ملک معظم کی ہندوستانی قلمرو کے نظم و نسق کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لیں گے۔

فتح یا شکست

شملہ کانفرنس کے موقع پر لارڈ ویول نے اپنی افتتاحی تقریر میں یہ خواہش کی "فی الوقت آپ میری قیادت قبول کریں"۔ اس خواہش کی وجہ یہ بتائی گئی کہ "جب تک دستور میں متفقہ طور پر کوئی تبدیلی نہ ہو میں ملک معظم کی حکومت کے آگے ہندوستان کی اچھی حکومت اور خوش حالی کے لئے ذمہ دار ہوں"۔ لارڈ ویول کی اس خواہش کو قومی تحریک کے لیڈروں نے قبول کرلیا۔ قومی تحریک کا معیار آج اسقدر گر گیا ہے۔ جن لوگوں نے وائسرائے کی اس خواہش کو قبول کیا ان میں کانگریس کے سکہ لیڈر اور سابق وزرائے اعظم ہیں۔ تین سال پہلے کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک شروع کی تھی اور یہ طے کیا تھا کہ وہ نہ تو حکومت برطانیہ کو تسلیم کرے گی اور نہ اس سے کوئی سروکار رکھے گی۔ آج وہی کانگریس خاموشی سے اور بغیر چوں و چرا کے برطانوی وائسرائے لارڈ ویول کی قیادت کو قبول کر رہی ہے۔ برطانوی حکمرانوں کے لئے یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کانگریسی لیڈر اپنی شکست پر ایک خوبصورت پردہ ڈال کر اس شکست کو فتح کے نام سے اچھالیں گے۔ کچھ وقت کے لئے وہ کامیاب ہوں گے لیکن اصل حقیقت بہت جلد بے نقاب ہو کر رہے گی۔

مابعد جنگ دنیا اور ہندوستان

پنڈت نہرو کا بیان

شملہ ۸ر جولائی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک ملاقات میں عالم مابعد جنگ میں ہندوستان کے فرض منصبی پر بحث کی اور کہا کہ جو حصہ ہندوستان کو مابعد جنگ تصفیہ میں ادا کرنا ہوگا۔ بین الاقوامی دائرہ میں ہندوستان کے دائرے پر منحصر ہوگا۔ خود مختار ہندوستان یا ایسا ہندوستان جو خود مختاری کے قریب ہو اور اپنی خارجی اور بین الاقوامی حکمت عملی پر پورا تصرف رکھتا ہو جنوب مشرقی ایشیا اور مغربی ایشیا دونوں ایک اہم حصہ ادا کرے گا۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ ہندوستان اپنے زبردست ذرائع عظیم، قومی اہلیت اور حربی اعتبار سے اپنا موقف ادا کرے گا کیونکہ عام نقطہ نظر ایشیا میں ایشیائی ممالک کے لئے خود مختاری تیز ہر مقام کے مظلوم باشندوں کی آزادی کے حق میں ہوگا۔ مزید برآں ہندوستان کو نسلی مساوات اور ان اسباب کے انسداد کی حمایت کرنی چاہئے جو عالمی آویزش پر منتج ہوں۔ چین کے ساتھ ہندوستان امن اور عدم اقدام کا طویل ریکارڈ رکھتا ہے۔ مستقبل میں یہ ممالک عالمی امن کے پلہ میں اپنا وزن ڈالیں گے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ ہندوستان سیاسی اور معاشی دونوں اعتبار سے خود مختاری چاہتا ہے۔ وہ پوری طرح محسوس کرتا ہے کہ آج الگ تھلگ قومی آزادی کی قسم کی کوئی چیز باقی نہیں ہے آج کی دنیا میں اقوام کو زندگی کے تمام دائروں میں ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ ہندوستان بھی دوسری اقوام پر انحصار اور ان سے تعاون کرے گا۔ لہذا ہندوستان کی خود مختاری کو اقوام کے باہمی انحصار اور ایک بین الاقوامی نظام کی ترقی کے نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

پنڈت نہرو نے آگے چل کر کہا کہ اگر مجوزہ عارضی حکومت اس طریقہ پر قائم ہو جو ہماری تجویز ہے تو اس کو ہمارے نصب العین کی طرف ایک قدم سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کو حقیقی مفہوم میں بمشکل قومی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ایک کھلا دروازہ ہے جو آئندہ قومی حکومت کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ اگر یہ مناسب طور پر قائم کیا جائے تو اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے کیونکہ ہندوستان کو اپنا نصب العین خود مختاری حاصل کرنے کے قابل بنانے والا ایک قدم ہے۔

پنڈت نہرو نے ہندوستان کو صنعتی بنانے کی حمایت کی لیکن واضح کیا کہ یہ دوسرے باشندوں کو گھاٹے میں رکھ کر اجنبی بازار کے استعمال پر مبنی نہ ہونا چاہئے "ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا استعمال کیا جائے اور نہ ہم دوسروں کا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔" معاشیات اور عالمی معاشیات کی اساس سب باشندوں کی باہمی خیر اندیشی اور معیار زندگی میں اضافہ ہونا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ترقی اور عالمی منصوبہ بندی ہو اور شاید متعدد تنگ خیال قائم ہوں۔ ہاں ہمیں شاید انفرادی صلاحیت کو بڑی حد تک حدود کے اندر رکھنا پڑے گا۔ اقوام گروہوں اور افراد کے درمیان ایک عرصہ تک بعض قسم کی عدم مساوات باقی رہے گی لیکن مقصد یہ ہونا چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے اس کو کم سے کم کیا جائے۔

ترکی اور روس کے اختلافات

انقرہ ۸ر جولائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس اطلاع سے کہ ڈاکٹر ٹی وی سونگ چینی وزیر اعظم کو روسی ترکی دوستی کے لئے سوویٹ شرائط سے اندیشہ ہے انقرہ اتنا زیادہ متاثر ہوا ہے کہ دوران جنگ میں ترکی سے تعلق رکھنے والے کسی دوسرے واقعہ سے متاثر نہیں ہوا تھا۔

ترک ویسا ہی سکون ظاہر کر رہے ہیں جس سے انھوں نے کئی دوسرے طوفانوں کا مقابلہ کیا تھا وہ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا روس شمال مشرقی سرحدی علاقہ کارس کی روس کو واپسی کا مطالبہ کرنے پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہاں محسوس کیا جاتا ہے کہ سان فرانسسکو کا منشور اس بنا پر ظاہری ملاقات سے قبل ان کی مخالفت کے خلاف احتجاج کی واضح بنیاد فراہم کرتا ہے اس انتشار میں ترک غالباً ایسے مطالبات پر ممالک متحدہ امریکہ اور برطانیہ کا رد عمل معلوم کریں گے۔

صورت حال کا تاریک ترین نقطہ اسکی مجوزہ مرکزی اہمیت ہے کہ مغربی ترکی اور دانیال میں اس کے سیاسی حلقے کا آخری رخنہ بند کر دیا جائے اور مشرق وسطی میں مغربی مورچہ حاصل کر لیا جائے لیکن ———

اتنا ہی رجائی نقطہ یہ ہے کہ روس میثاق مانٹرو میں تبدیلیاں کرانے کی کوشش کرے گا جس سے روس کو بحیرہ اسود کی دول کے گروہ میں سے سرکردہ کے مطالبات کرکے ان دول پر امتیازات حاصل ہو جائیں گے جو بحیرہ اسود کے نہیں ہے۔

ان دو نقاط کے درمیان حقیقت کس جگہ واقع ہے اس کا تعین ناممکن ہے کیونکہ خبر رساں ذرائع انتہائی احتیاط برت رہے ہیں لیکن اس دارالحکومت میں کوئی شخص مشکل سے صاحب کو ظنین نہ ہو کر عالمی اہمیت کی سیاسی صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔

آبنائے کی نئی گفتگوؤں میں ممالک متحدہ اور برطانیہ غالباً بحیثیت دستخط کنندہ، جاپان کے اخراج کی درخواست کریں گے۔ فی الوقت ممالک متحدہ دستخط کنندہ نہیں ہیں لیکن وہ ۱۹۳۶ء میں ایک ناظر کی حیثیت سے مونٹرو کی گفتگوؤں میں شریک ہوا تھا۔ جن کے دستخط ہیں وہ یہ ہیں۔ روس، بلغاریہ، یونان، برطانیہ، یوگوسلاویہ، رومانیہ، فرانس، جاپان اور ترکی۔

مراسلات

مجلس اتحاد المسلمین کا فرض

جناب ایڈیٹر صاحب "حکمت"

گزشتہ ہفتہ مولوی ابوالحسن سید علی کے عنوان کے تحت آپ نے جو اداریہ لکھا ہے اس کو میں نے غور سے پڑھا۔ مولوی صاحب کی پبلک زندگی سے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس پر میں کوئی اظہار خیال کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس کا تعلق مجلس شوریٰ اور مجلس کے سالانہ اجلاس سے ہے۔ میں صرف ایک جزو کے متعلق آپ کو لکھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ مجلس اتحاد المسلمین کی ضرورت اور غائت سے متعلق آپ نے جو بحث کی ہے اس سے نہ صرف مجھے بلکہ ہر جماعت آبادی مسلمان کو اتفاق ہوگا لیکن بیان کردہ امور کے علاوہ مجلس کی ایک اہم تر افادیت یہ ہے کہ ایک صحیح شعور رکھنے والی اور باخبر مجلس یہ فرض بھی انجام دے سکتی ہے کہ وہ ایک جانب غیر مسلم اداروں کی روش اور رجحانات کا مطالعہ کرتی رہے اور دوسری جانب ایسے عہدہ داروں کے اعمال کا محاسبہ کرے جو حکومت ہند یا اس کے نمائندوں کے زیر اثر بعض ہندو جماعتوں کے شعور، تعصب اور پروپگنڈے سے متاثر ہو کر ملک و ملت کو نقصان پہنچانے پر آمادہ ہو جائیں۔ چونکہ آپ کے تجزیہ میں مجلس کے ان اہم فرائض کا تذکرہ متروک ہو گیا تھا میں نے یہ مراسلہ لکھنا ضروری خیال کیا۔ فقط

عبدالحفیظ

(ہم مراسلہ نگار سے متفق ہیں۔ "حکمت")

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بنا منقید

نواب علی نواز جنگ بہادر کے ریٹائرڈ چیف انجینئر ہونے کے بعد جبکہ سنٹرل چیف انجینئری میں ضم کر دی گئی تھی آج سے دو ڈھائی سال قبل ایک جگہ پر بادرے ان کے چیف انجینئر ستر تھے انتظامی امور کی انجام دہی میں کیا خرابیاں وقوع میں آئی تھیں اور کونسے فنی کام انجام نہ پاسکے۔ اس وقت محکمہ تعمیرات اپنی اسی سابقہ تجویز کو رد کر دی اور انتظامی خرابیوں میں سامنے ہنگموں سے بازی لے گیا تھا اور اب جبکہ اس تجویز پر عمل کیا جا رہا ہے اس کی حالت زیادہ سے زیادہ اصلاح کی طالب ہوتی جا رہی ہے۔ (رہبر دکن)

بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے سردار ولبھ بھائی پٹیل نے فرمایا:۔

اگست سنہ ۱۹۴۲ء کی قرارداد میں ایک شوشے کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آئندہ فرائض جو منظور ہوگی وہ یہ ہوگی "ایشیا چھوڑ دو"!

مسٹر پٹیل نے شملہ پہونچنے کے بعد اس قرارداد کو ایک شوشے کی تبدیلی کے بغیر جوں کا توں برف دان میں رکھ دیا اور دائسرائے کی قیادت قبول کر لی۔ انقلاب زندہ باد!!

اسی تقریر کے دوران میں چور بازار اور نفع اندوزی کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سردار پٹیل نے کہا:۔

"اگر نفع اندوزی بازار کو اس طرح تازہ رکھیں گے تو وہ ترقی نہیں کرسکیں گے اگر تاجر یہ وعدہ کریں کہ آئندہ وہ ان حرکتوں سے باز رہیں گے تو یہی کافی ہے"

اس کے برخلاف انہی نفع اندوزوں کے متعلق پنڈت جواہر لال نہرو نے فرمایا تھا:۔

"اس سے ہماری پوری قوم کی اخلاقی پستی ظاہر ہوتی ہے۔ مجھ جیسا شخص جو ایک کیڑے کو بھی مارنا پسند نہیں کرتا ان نفع اندوزوں کو پھانسی دینے میں خوشی محسوس کرے گا"

ہم سوامی رامانند تیرتھ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کانگریس پر پنڈت نہرو کا اثر زیادہ ہے یا سردار پٹیل کا؟!

اگر مسلم لیگ علحدہ رہی تب بھی کانگریس وائسرائے بہادر سے پوری طرح تعاون کرے گی۔ (ایک خبر)

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

شام اور لبنان کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے معاصر "پیام" تحریر کرتا ہے کہ:۔

"مختلف جماعتوں کے زعماء وقت کی اس ضرورت کو پورا کریں اور دنیا کی آئندہ تنظیم میں زبردست مشرقی ممالک کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے کے لئے دستوری اور آئینی طریقے اختیار کریں"

جب مسلم لیگ نے شام و لبنان کے واقعات پر دستوری اور آئینی طریقے سے احتجاج کیا تھا تو معاصر محترم نے اس کو لیگ کی بے دلی سے تعبیر کرکے اپنے غیظ و غضب کے اظہار کے لئے دو کالم سیاہ کر ڈالے۔ دیانت فکر اس کو کہتے ہیں۔

وظیفہ یاب ملازمین کو گرانی الاونس دینے کے مسئلہ پر حکومت سرکار عالی غور کر رہی ہے۔ (ایک خبر)

ہماری رائے میں وظیفہ یاب صوبہداروں کو سب سے پہلے گرانی الاونس ملنا چاہیے تاکہ وہ سکون قلب کے ساتھ حیدرآبادیوں کے نام کھلے خط شائع کرسکیں۔

پتہ چلا ہے کہ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب صدر عاملہ مجلس نے اپنے سفر شملہ کے تاثرات بیان فرمائے اور اس کی روشنی میں عاملہ نے ایک معین لائحہ عمل مقرر کیا ہے۔ (دکن نیوز)

اگر اس خبر کو کوئی عوام قریبی سمجھے تو اسے ملت اسلامیہ سے خارج کر دینا چاہیے۔ ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے سفر شملہ کے تاثرات بیان فرمائے اور ہم شملہ کانفرنس کے تاثرات سننے کے منتظر تھے ہم نے سنا ہے کہ ان تاثرات کی روشنی میں جو لائحہ عمل مقرر کیا گیا کہ اس کو سٹر جناح نے قبول کرلیں

صحیح ہے کہ حکومت اور مجلس میں ایک حد تک مفاہمت ہوچکی ہے اور تعطل ختم ہوگیا ہے لیکن حکومت سے جس قسم کا تعاون جاری تھا اس کی صورت نامودگی کی تھی اور اب جبکہ خود مجلس نے اصلاحات کے نفاذ کا مطالبہ کیا ہے اور اصلاحات آرہے ہیں مناسب ہوگا کہ اصلاحات کے نفاذ کا انتظار کیا جائے۔ (رہبر وقت)

اصلاحات کی آئینی شدہ یا لفت کے بعد اس کے نفاذ کا انتظار جو کچھ بھی ہو ابن الوقتی نہیں ہے۔

ایک معاصر دریافت کرتا ہے کہ:۔

یوں تو ایک عرصہ سے ریڈی میڈ پارچہ کی دوکانیں موجود ہیں لیکن جب سے حکومت نے پارچہ پر کنٹرول کر دیا ہے ان دوکانات کی تعداد میں یوماً فیوماً اضافہ ہی نظر آتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب حکومت نے عوام کے لئے اعلیٰ قسم کے پارچہ کی حد تک تحدید عاید کر دی ہے تو پھر ان ریڈی میڈ والوں کی دوکانوں میں اعلیٰ قسم کے پارچہ کا اسٹاک کہاں سے آیا؟

ان دوکانوں میں چور بازار سے کپڑا آ کیسے سکتا ہے جبکہ مسٹر ریلے نے چور بازار کا خاتمہ کر دیا ہے۔

مسٹر پرکاشم سابق کانگریسی وزیر نے جیل سے رہائی کے بعد ایک صحافتی بیان میں فرمایا "میرا ذاتی احساس ہے کہ بہت تھوڑی سی مدت میں ہندوستان پوری طرح آزاد ہو جائے گا"۔ (ایک خبر)

آنڈوں سے بہل سکتی ہیں تقدیریں کہیں!

ایک دوست:۔ شملہ سے واپسی کے بعد مولوی ابوالحسن سید علی نے وہویل اسکیم کے متعلق ایک طویل بیان جاری کیا۔ کیا تم نے وہ بیان پڑھا؟

دوسرا دوست:۔ جی ہاں۔ میرا کافی وقت ضائع ہوا۔ سیاسیات ہند کا ایک مبتدی بھی وہ سب کچھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی جانتا ہے

لیگ کا مطالبہ حق بجانب ہے

از

پی۔ سی۔ جوشی

شملہ کانفرنس میں آج تک جو کچھ ہوا اس پر ہر ہندوستانی کی گردن شرم سے جھک جائے گی۔ جب برطانیہ اور ہندوستان میں سمجھوتہ کا وقت آیا تو ہم آپس میں جھگڑنے لگے وہ لوگ جنہیں اس ملک کے عوام نے عزت اور مرتبہ بخشا اور رہنما بنایا۔ وہ آج آپس میں متفق نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ متحد ہو کر ملک کی رہنمائی اور اس کے مستقبل کی تعمیر کیسے کی جائے!

برطانیہ کی پیش کش کانگریس اور لیگ دونوں کو منظور ہے۔ لیکن جھگڑا اس بات پر ہے کہ وائسرائے کی کونسل میں کتنی نشستیں کس کو ملیں۔ بچوں کو اسکول میں ایک کہانی پڑھائی جاتی ہے کہ جب دو بلیاں آپس میں لڑنے لگیں تو بندر نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں کا حصہ خود ہضم کر لیا۔ اور بلیاں منہ دیکھتی رہ گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لیڈروں نے اس کہانی سے بھی کوئی سبق نہیں لیا۔

نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کی عزت اور وقار کو مٹی میں ملاتے ہیں۔ انگریز وائسرائے ہمارے لیڈروں کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ مجھے اپنا لیڈر تسلیم کرو۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ انگریزی حکومت کا نمائندہ ایسی گستاخی سے پیش آتا ہے اور ہمارے رہنما اس کی ان باتوں کو ایک مخلص دوست کا مشورہ سمجھ کر قبول کرتے ہیں۔ باہمی تعصبات نے ان کی حب الوطنی پر پردے ڈال دیئے ہیں ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ہمارے قومی رہنما اپنی اور تمام ہندوستانیوں کی اس ذلت اور توہین کو خاموشی سے برداشت کر لیتے اور اس کے بعد بھی ان میں اتحاد و اتفاق کا جذبہ نہ پیدا ہوتا۔ انگریز حکمران ہمیشہ سے یہ کہتے آئے ہیں کہ ہم تو ہندوستان کو آزادی دینے کو تیار ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ ہندوستانی آپس میں متفق نہیں ہوتے۔ ہمارے رہنماؤں نے آج اپنے طرز عمل سے انگریز سامراجیوں کے اس الزام کو صحیح ثابت کر دیا ہے۔

شملہ میں اپنے اختلافات کا ڈھنڈورہ پیٹ کر ہمارے رہنماؤں نے امیری کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرے۔ چنانچہ اسپارک بروک (انگلستان) کے ووٹروں سے اپنے لئے ووٹ مانگتے ہوئے امیری نے کہا۔

"ہندوستان کو یہ تجویزیں بحیثیت مجموعی منظور ہیں۔ اب جو دشواری رہ گئی ہے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ مشکل صرف یہ ہے کہ ہندوستان کے رہنماؤں میں ابھی تک اس مسئلہ پر سمجھوتہ نہیں ہو سکا کہ کونسی نشستیں کس کو ملیں۔ مجھے امید ہے کہ لارڈ ویول اپنی فراست اور تجربے سے کام لے کر اس دشواری کو دور کر سکیں گے۔ آپ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ جہاں تک ممکن ہو ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ یہ پالیسی کامیاب ہو۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ دوبارہ منتخب کر کے مجھے یہ موقع دیں کہ ہندوستان کے متعلق میں نے جو کام شروع کیا ہے اسے مکمل کر سکوں۔"

امیری اپنے ہم وطنوں کے سامنے ہندوستان کا نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ ہمارے رہنما ابھی تک آپس میں متحد نہیں ہو سکے ہیں۔

کچھ ہی دن پہلے برطانیہ کی پالیسی کو شکست دینے اور اس ملک کے سیاسی جمود کو توڑنے کی غرض سے ہمارے رہنما ایک دوسرے کے قریب آئے تھے۔ بھولا بھائی ڈیسائی اور نوابزادہ لیاقت علی خاں نے آپس میں ایک سمجھوتہ کیا تھا اس وقت اس سمجھوتہ کا بڑا فیصلہ کن اثر ہوا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ لارڈ ویول کے لندن جانے میں اس سمجھوتہ کو بھی بڑا دخل تھا۔

بھولا بھائی لیاقت علی سمجھوتہ کی بنیاد کانگریس اور لیگ کی مساوات تھی۔ ویول پیش کش کی بنیاد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مساوات ہے۔

کانگریس نے سوچا کہ ویول سمجھوتہ سے لیگ بے چین ہو رہی ہے۔ اسی لئے تو اس نے برطانوی حکومت کے تذبذب کے باوجود کانگریسی رہنماؤں کو رہا کر دیا۔ اور مسٹر جناح کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر مولانا ابوالکلام آزاد کو شملہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ کانگریس ہی تو ملک کی سب سے بڑی جماعت ہے۔ اگر انگریز سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں تو کانگریس کے سوا اور کس سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں؟ لیگ کی اہمیت ہی کیا ہے؟ مسٹر جناح اگر اپنے خیال میں مگن ہیں تو ہوں۔ ان کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک فرقہ پرور جماعت اور اس کے رہنما کو خواہ مخواہ کیوں اہمیت دی جائے کانگریس لیگ مساوات کے مقابلہ میں ہندو مسلم مساوات کی تجویز بہتر ہے اس سے ایک طرف جناح کو نظر انداز کیا جا سکے گا اور دوسری طرف قوم پرست مسلمانوں کا سر اٹھانے کا موقع ملے گا۔

بڑے جوش و خروش کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ کانگریس ایک قومی ادارہ ہے۔ اس کے ثبوت میں بڑی زبردست دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کانگریس پر ہندوؤں کا غلبہ نہیں ہے۔ اس لئے بڑی فراخ دلی سے ۲۵ فیصدی مسلمانوں کو ۷۵ فیصدی ہندوؤں کے مساوی حق عطا کیا ہے۔

مسلم لیگ کی ممتاز حیثیت تسلیم کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے حصہ کی پانچ نشستوں میں سے زیادہ تر نشستیں مسلم لیگ کو دی جاتی ہیں مگر یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ کم از کم دو نشستیں قوم پرست مسلمانوں کو دی جائیں کیونکہ وہ مسلمانوں کی قومی زندگی میں بڑی اہم جگہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے آزادی کی راہ میں بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں بڑی قربانیاں کی ہیں اور ان میں بہت سے مسلم علماء اور بڑے نامی گرامی لوگ شامل ہیں۔

ان مسائل پر ذرا زیادہ تفصیل سے غور کرنے کی ضرورت ہے

مساوات کا مطالبہ کس نے کیا تھا؟ مسلم لیگ نے مسلم لیگ کیا ہے؟ وہ مسلمانوں کی سب سے زیادہ نمائندہ اور سب سے زیادہ مضبوط جماعت ہے۔ گاندھی جناح گفتگو کے بعد گاندھی جی نے مسلم لیگ کی اس حیثیت کو تسلیم کیا تھا۔ اس کے علاوہ کانگریس لیڈر جب یہ مانتے ہیں کہ وائسرائے کی کونسل میں زیادہ تر مسلم نشستیں مسلم لیگ کو دی جائیں تو وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی سب سے زیادہ نمائندہ جماعت ہے۔

لیگ مرکزی حکومت میں مساوات کیوں چاہتی ہے؟ اس لئے کہ وہ جانتی ہے کہ یہ عارضی حکومت ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی کا خاکہ تیار کرے گی اور اسی کی نگرانی میں انتخابات ہوں گے۔ لیگ چاہتی ہے کہ عارضی حکومت کا کوئی فیصلہ یا کوئی عمل ایسا نہ ہو جس سے لیگ کے مطالبہ پاکستان کو نقصان پہنچے۔ مساوات کا مطالبہ صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ پاکستان کا تحفظ ہو سکے۔

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے ادارے مسلم لیگ کے ساتھ انصاف کریں تو ہم اس کے مطالبہ پاکستان کو منظور کریں بلکہ مسلم عوام کی رائے پر چھوڑ دیں تو پھر مسلم لیگ کا یہ مطالبہ کہ تمام مسلم نشستیں اسے ملیں ختم نہیں تو کوشش کی جا سکتی ہے۔ اور ضرور کرنی چاہئے کہ مسلم لیگ اپنی نمائندگی سے ایک نشست قوم پرست مسلمانوں کو دے۔ لیگ اس پر راضی ہو جائے تو سمجھوتہ کا آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ وائسرائے کی کونسل میں قوم پرست مسلمانوں کی شرکت سے مسلمانوں کی اکثریت کی ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی نمائندگی ہو جائے گی۔ لیکن اس کا آخری فیصلہ لیگ کے ہاتھوں ہونا چاہئے۔ جمہوریت کا تقاضہ یہی ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۰ پر

وفاق عرب کی تحریک
اور
اس کا پس منظر

شمالی افریقہ کے مغربی کنارے سے لے کر سعودی عرب تک ان ملکوں کا سلسلہ چلا گیا ہے جن کی زبان عربی ہے اور تہذیب و تمدن اسلامی۔ ابھی ابھی قاہرہ میں ان حکومتوں کے نمائندوں کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کا ایک ضروری ریزولیوشن یہ تھا کہ عرب ممالک کا ایک فیڈریشن قائم کیا جائے اس فیڈریشن کی کامیابی سے سیاسیات عالم پر کتنا گہرا اثر پڑے گا۔

اس کا اندازہ آپ صرف نقشہ سے لگا سکتے ہیں نیز ان ملکوں کے محل وقوع پر نظر ڈالئے یہ یورپ اور ایشیا کے بیچ درمیانی بحیرہ روم سے متصل ہیں اور ان کی جنگی اہمیت کسی تشریح کی محتاج نہیں۔

۱۹۱۸ء سے پیشتر مصر فلسطین لبنان شام، شرق اردن عراق، کویت، سعودی عرب، یمن سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھے۔ سلطان عبدالحمید ان ملکوں کے سیاسی حکمران بھی تھے اور مذہبی پیشوا بھی قسطنطنیہ ان کا دار الخلافہ تھا۔ یورپ کی سامراجی طاقتیں اسے باب عالی کہا کرتے تھے۔ یورپ کے اخباروں میں قسطنطنیہ کی سماجی زندگی کی رنگین داستانیں چھپا کرتی تھیں۔ نئی نوجوان پارٹی کے ارکان عثمانوی حکمرانی سے بیزار تھے۔ ینگ ٹرکش پارٹی کے سرکردہ لیڈروں انور پاشاہ اور جمال پاشاہ نے عبدالحمید کو تخت سے اتار دیا۔ اور جمہوری ریاست قائم کر لی اس ینگ ٹرکش پارٹی کے ارکان پر جرمنوں کا گہرا اثر پڑا تھا۔ ترکی فوج کی تعلیم و تربیت کے لئے جرمن ماہرین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گذشتہ جنگ یورپ میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ اس وقت مسٹر لائڈ جارج نے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا۔

ترکی کا ساز موت بج گیا ہے اور باسفورس کی اس سلطنت کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ آخر وہی ہوا۔ گذشتہ جنگ کے بعد ترکی ایک چھوٹی سی ریاست رہ گئی اس کے باقی حصے علیحدہ کر دئے گئے۔ یورپ کے ارباب بست وکشاد کی حیثیت سے یہ ارادہ کر لیا کہ ترکی کو یورپ سے نکال دیا جائے خلافت کی فوجوں سے منحرف ہو کر ایک گمنام سا فوجی ایشیائی ترکی میں چلا گیا وہ کمال پاشا تھا۔ موجودہ ترکی کا جنم داتا اس نے ترکی کی فوج کے بچے کھچے حصوں کو از سر نو منظم کیا اور پیش قدمی کرتا ہوا قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ جہاں سر ہیرنگٹن گورنر تھا۔

کمال پاشاہ نے قومیت کی جدید تعمیر میں اپنی قدیم روایات کو مدنظر رکھا۔

قسطنطنیہ کا نام بدل دیا گیا۔ استنبول نام رکھا گیا۔ یورپی مدبرین گھبرائے۔ اپنی تقریروں میں قسطنطنیہ کا لفظ استعمال کرتے۔ کمال پاشاہ نے حکم دیا کہ جو چٹھی قسطنطنیہ کے نام پتہ پر بھیجی جائے گی وہ اسے واپس کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نام کا کوئی شہر ہمارے یہاں نہیں کمال پاشاہ نے خلافتی آثار مٹا دئے۔ وہ اوقاف ختم کر دئے گئے۔ جہاں آوارہ بے کار خانقاہوں میں پڑے رہتے تھے اور مفت کے گلچھرے اڑاتے تھے۔ ان کے اڈے اکھاڑ دئے گئے۔ عورتوں کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا گیا پہلے مذہبی تعلیم عربی زبان میں ہوتی تھی اب ترکی میں۔ پہلے آئین اسلامی تھا۔ کمال پاشاہ نے سوئٹزرلینڈ کا آئین اختیار کیا۔ اور انتخاب کے وہی طریقے رائج کئے جو وہاں نافذ ہیں قسطنطنیہ پہونچ کر کمال پاشاہ نے اپنی تقریر کا سلسلہ ہفتہ بھر جاری رکھا۔ اس میں آپ نے ترکی کی آیندہ پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمارا رخ خالص ترکی قومیت کی طرف ہوگا ہمارا کسی ملک کے ساتھ مذہبی رشتہ نہیں ہم ترکی میں سیاست اور مذہب کو اصولاً ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔ اسی پالیسی کے زیر اثر ترکی موجودہ جنگ سے کنارہ کش رہا وہ کسی ایسے فیڈریشن میں شامل نہیں ہوگا۔ جس کی وجہ سے یورپ کی سامراجی طاقتوں کو پین اسلام ازم کا پرانا راگ چھیڑنا پڑے۔

مجوزہ فیڈریشن میں صرف وہ ملک شامل ہیں جن کی زبان عربی ہے افغانستان انہیں شریک نہیں ہے موجودہ جنگ میں یورپ کے اندر محوری طاقتوں کی مکمل شکست کے فوری نتائج ہمارے سامنے ہیں ان کے ذریعہ روس کو امداد دی گئی۔ وہاں امریکن، برطانوی اور روسی فوج مقیم ہے رضا خان پہلوی نے اپنے ملک کا نام فارس یا پرشیا کی بجائے ایران رکھا تھا۔ اب مسٹر چرچل اپنی تقریروں میں اسی پرانے لفظ پرشیا کو رائج کر رہے ہیں۔ عراق برطانوی اقتدار کے زیر اثر ہے۔ وزیر اعظم نوری پاشا برطانیہ کا دوست ہے فلسطین کو گذشتہ جنگ یورپ کے دوران میں مسٹر بالفور نے یہودیوں کا قومی گھر قرار دیا تھا اور دنیا بھر کے یہودیوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ یہاں گھر بساؤ۔ عربوں نے سمجھا کہ اگر یہی رفتار جاری رہی تو ہم بہت جلد اقلیت میں بدل جائیں گے۔ سعودی عرب فلسطین شام اور لبنان میں جو سیاسی حالات ہیں اس کا پس منظر دیکھئے۔ گذشتہ جنگ یورپ میں عربوں نے کرنل لارنس کی سرکردگی میں ترکوں کے خلاف بغاوت کی۔ عربوں کے سردار حسین کو برطانیہ نے یہ انعام دیا کہ اسے شریف مکہ بنا دیا۔ شاہ حجاز آپ کا لقب تھا۔ حسین نے چھوٹے فیصل سے کہا کہ تم جاؤ شام کی حکومت سنبھال لو وہ شام پہونچا تو وہاں فرانسیسی حکام نے پوچھا کیسے آنا ہوا۔ جناب والا اس نے کہا کہ برطانیہ نے حسب وعدہ شام کی حکمرداری ہمارے حوالے کر دی ہے۔ فیصل نے سارا معاملہ لیگ اقوام کے سامنے رکھ دیا برطانیہ کی پوزیشن نادرست ہو گئی۔ اس نے آخر فیصل کو عراق کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اہل عراق بہت چیخے چلائے کہ آخر ایک غیر ملک کے فرد کو ہم پر ٹھونسا جا رہا ہے اس کا مطلب کیا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں عربوں نے بغاوت بھی کر دی لیکن اس کا کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا فیصل کا خاندان عراق کا حکمران ہے۔

حسین تو شریف مکہ بن گیا اور اس کا چھوٹا امیر فیصل عراق کا بادشاہ اور بڑا بھائی جدہ کا حاکم بن گیا بیچارہ امیر عبداللہ خالی رہ گیا آخر بڑی کوشش کے بعد اسے شرق اردن کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ یوں تو شرق اردن رقبہ میں آئرلینڈ کے برابر ہے لیکن اس کی آبادی صرف تین لاکھ ہے اور اس کا دو تہائی خانہ بدوش قبائل پر مشتمل ہے۔

آخر ڈرامہ کا رنگ بدلا۔ ابن سعود نے حسین شریف کو باہر نکال دیا اور خود حجاز کا بادشاہ بن گیا۔ امیر عبداللہ ابھی تک کرنل لارنس کے وعدے پر جی رہا ہے۔ اگر فلسطین کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا تو خیال ہے کہ اس کا ایک حصہ شرق اردن سے ملا دیا جائے گا اس صورت میں امیر عبداللہ کے خواب کی کسی حد تک تعبیر نکل آئے گی۔

ملکی ڈرامے کی پراسرار شخصیت کی طرح فلسطین کی سیاست میں حاجی امین الحسینی کارفرما رہے ہیں وہ عرب ملکوں میں یورپی مداخلت کے روادار نہیں اور غیر معمولی طور پر زیرک اور سیانے مدبر ہیں گذشتہ جنگ یورپ کے بعد کرنل لارنس کا دوست سر ہربرٹ سیموئیل فلسطین کا ہائی کمشنر مقرر ہوا اس نے حاجی امین الحسینی کو محکمہ تفتیش و انسداد جرائم میں انسپکٹر کے عہدہ پر مقرر کیا یہاں اسے سیاسی ریشہ دوانیوں کا گہرا علم ہو گیا اس نے عہدہ کو چھوڑ دیا اور قاہرہ کے جامعہ ازہر میں داخل ہو گیا۔ اس سے پیشتر ان کے والدین اور ان کے بڑے بھائی مفتی القدس کے عہدہ پر فائز رہ چکے تھے۔ قاہرہ سے واپس آنے پر ہائی کمشنر

اعلان

محکمۂ معتمد سرکارِ عالی صیغۂ رسد

نشان (۲۹۲) — مورخہ ۲۳ امرداد ۱۳۵۳ ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت حکم نگرانی گرنشان (۵۷) مورخہ ۱۷ آبان ۱۳۵۲ ف مجھے بہ حیثیت گرا کنٹرولر حاصل ہیں، میں نے اپنے حکم جبیت تعین قیمت گرا میں ذریعہ اعلان محکمۂ رسد نشان (۵۵) مورخہ ۳ اردی بہشت ۱۳۵۳ ف نافذ ہوا ہے حسب ذیل مزید ترمیم کرتا ہوں جو تاریخ اشاعت جریدہ سے نافذ ہوگی۔

حکم مذکور کے فقرہ ۱ کے مد (د) اور فقرہ ۲ کے مد (ب) کے آخر میں حسب ذیل الفاظ کا اضافہ کئے جائیں۔

"خاص صورتوں میں بہ منظوری گرا کنٹرولر

اس انتہائی مقدار رقم میں کمی یا اضافہ ہوسکے گا"

منجانب گرا کنٹرولر و معتمد رسد

سرہوریشن سوئیل نے انہیں اس منصب پر فائز کردیا برطانوی حکام کو ان کی حرکات مشتبہ نظر آئیں انہیں معزول کردیا گیا لیکن مسجد حرم میں رہنے کی اجازت دی گئی وہ یہاں سے بھاگ کر شام چلے گئے وہاں انھوں نے ترکی وکمیٹ کو فروغ دیا۔ جب شام کی حفاظت کے لئے برطانوی اور فرانسیسی فوجیں اتریں تو حاجی صاحب جرمنی چلے گئے۔ جرمنی کی شکست کے بعد موسیو ریڈ اور غالباً آج کل فرانس میں قید ہیں۔

ابن سعود کا اتحاد اس فیڈریشن کی تحریک میں پیش پیش ہیں ان کا اصل نام عبدالعزیز ہے اور وہ عرب کے مشہور حکمران سوا و عظم کی نسل سے ہیں ابھی وہ بچپن ہی میں تھے کہ حاکم ریاض نے ان کے والد کو کویت میں نظر بند کردیا۔ ابن سعود نے ذرا ہوش سنبھالا اور بیس سال کی عمر میں ایک جمعیت اکھٹی کرلی اور ریاض کو قبضہ میں لے لیا اور ان کی حکومت آہستہ آہستہ پھیل گئی اب خلیج ایران سے لے کر بحیرۂ احمر تک اور جنوب میں کویت سے شرق اردن تک شام و عراق کی سرحدوں تک ایک وسیع قلمرو کے خود مختار ہیں۔ ۳۰ لاکھ عربوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ریاض ان کا پایہ تخت ہے اور مجوزہ فیڈریشن کا مرکز غالباً یہیں ہوگا یہاں برطانوی حقوق کی نگہداشت کے لئے سینٹ جان فلبی موجود ہیں۔

مسٹر فلبی پہلے انڈین سول سروس کے ممبر تھے اور پنجاب سول سکریٹریٹ میں رہ چکے ہیں۔ عربی کے فاضل ہیں۔ صحرائے عرب میں صرف جدہ ایک شہر ہے جہاں یوروپین رہ سکتے ہیں ابن سعود کے دوست مسٹر فلبی مسلمان کی حیثیت سے وہاں رہتے ہیں عرب ملکوں کے فیڈریشن کا ایک اور اہم مرکز عمان ہے امیر عبداللہ کا پایہ تخت جہاں فیڈرک جیرارڈ پیک برطانوی نمائندے کی حیثیت سے ہیں۔ انہیں مشرق وسطیٰ میں پیک پاشا۔ آپ آجکل انگلستان واپس آگئے ہیں۔ آپ نے ۱۹۲۱ء میں نیم فوجی پولیس مرتب کی تھی مسٹر تیار یون ہیں ایک اور برطانوی مشیر ہیں میجر جان بیگٹ گلب۔ آپ عربوں میں بہت ہردلعزیز ہیں۔ غرضکہ اس ڈرامہ کے پردہ میں کردار ہیں میجر گلب پیک پاشا اور سینٹ جان فلبی ابن سعود امیر عبداللہ اور فلسطین کے محبان وطن عرب فیڈریشن کے حامی ہیں۔ اس تحریک کے ساتھ ساتھ لبنان اور شام کا مطالبہ آزادی بلند ہوا ہے۔ فرانس کی شکست کے بعد ان ملکوں نے حتمی جدوجہد کی تھی اور برطانیہ نے ضمانت دی تھی کہ حالات کے اعتدال پر آتے ہی انہیں آزاد کردیا جائے گا اب فرانسیسی حکام اپنی شکست کے ذلت انگیز دور سے گذر کر ان وعدوں کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ ۱۹۴۱ء کے موسم بہار میں برطانوی اور آزاد فرانسیسی فوجوں نے شام سے وشی حکومت کے افسروں کو نکال دیا۔ جنہوں نے شام کی بندرگاہ جرمنی کے حوالہ کر

منظور کرلیا تھا اور اہل شام کے مزید اطمینان کے لئے برطانوی گورنمنٹ کے نمائندہ مقیم دمشق نے آزادی کے وعدہ کی تصدیق بھی کردی تھی یہ ہے پس منظر مشرق وسطیٰ میں عربی ملکوں کے مجوزہ فیڈریشن کی محبان وطن ایسے فیڈریشن کے حق میں ہیں جو یورپ کے سامراجی اقتدار سے پاک ہو۔ اس تحریک کا خوش آئند اثر یہ ہے کہ شرق اردن اور عراق کے ہمسایہ ملکوں نے شام اور لبنان سے اظہار ہمدردی کیا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے سیاسی ڈرامہ میں اب امریکہ کا اضافہ ہوا ہے۔ روس کو بھی ایران کے تیل سے دلچسپی ہے۔ امریکن کمپنی نے ابن سعود سے تیل نکالنے کا ٹھیکہ حاصل کرلیا ہے۔ ماہرین کے خیال میں سعودی عرب میں تیل کے عظیم ذخیرے ہیں۔

جب صدر روزویلٹ مرحوم یالٹا سے واپس آئے تو نہر سوئز میں ایک جنگی جہاز پر آپ کی ابن سعود سے ملاقات ہوئی۔ ابن سعود نے آپ کی گھومنے والی کرسی کی بہت تعریف کی۔ کمزور ٹانگوں کی وجہ سے مسٹر روزویلٹ گھومنے والی کرسی پر بیٹھا کرتے تھے۔ آپ نے جھٹ اس قسم کی نئی کرسی ابن سعود کی پیش کردی۔ بظاہر یہ معمولی باتیں ہیں لیکن بعض اوقات انہی باتوں سے اہم بین الاقوامی واقعات رونما ہوجایا کرتے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کا انتشار مختلف نیم آزاد

اور آزاد عرب ملک ان ملکوں میں یورپی نوآبادیات تیل فیڈریشن فرانس کی وعدہ خلافی۔ سامان فراہمی کی ہیں شامی اور لبنانی ڈیلی گیشنوں کی صدارت انتخاب فرانسیسی ... اور نے سخت جواب دے ایک ہی مسئلہ کی تنقیدات کرتے آئے۔

لیگ کا مطالبہ حق بہ جانب ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۷)

اس کو مسلم لیگ کی فرقہ پرستی سے تعبیر کرنا قطعی غلط اور گمراہ کن ہے۔

قوم پرست مسلمان کانگریس کے ممبر ہیں۔ وہ کانگریس کے نصب العین سے پوری طرح متفق ہیں۔ خود ان کے قول کے مطابق وہ کانگریس میں اس لئے شامل ہوئے کہ آزادی کے لئے جد و جہد کر سکیں۔ ان کا مقصد عہدے حاصل کرنا نہیں تھا۔ ان کا سیاسی نصب العین وہی ہے جو کانگریس کا ہے۔ مسلمانوں کے لئے جن حقوق کو وہ ضروری سمجھتے ہیں ان کے لئے کانگریس میں رہ کر جد و جہد کرتے ہیں اور انہیں کانگریس سے تسلیم کراتے ہیں۔ چنانچہ جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے کسی اچھے کانگریسی ہندو اور کانگریسی مسلمان میں کوئی فرق نہیں۔ مرکزی حکومت میں کانگریسی مسلمان جائے یا کانگریسی ہندو، کانگریسی مسلمانوں کے لئے ایک ہی سی بات ہے۔

لیکن کانگریس چاہتی ہے کہ اسے تمام یا زیادہ تر ہندو نشستیں اور اس کے علاوہ مسلمانوں کے حصہ میں سے ایک یا دو نشستیں ملیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

ہندو مسلم مساوات کا جو تصور کانگریسی لیڈر کے ذہن میں ہے وہ ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ بلکہ اس تصور کے سراسر خلاف ہے۔ اس پر زور دینے سے ہندو مسلم اختلافات اور زیادہ شدید ہو جائیں گے۔ اختلافات کو بڑھانا کوئی نہیں چاہتا۔

اگر کانگریس اپنی تجویز پر اڑی رہی تو اسے لیگ سے مورچہ لینا پڑے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ملک کو متحد کرنے کے بجائے ملک میں نفاق کی آگ بھڑکائے گی۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کانگریسی حلقوں اور کانگریسی اخبارات میں لارڈ ویول کا گن گان کچھ اس طرح کیا جاتا ہے جیسے سن کر تکلیف ہوتی ہے ان کی تعریفوں کو سن کر یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ دنیا میں ویول سے زیادہ دیانت دار اور صاف گو اور ان سے بڑا ہندوستان کا دوست شاید اور کوئی نہیں ہوگا۔ آدمی ہے۔ وہ ہرگز مسلم لیگ کے سامنے نہیں جھکے گا۔

گاندھی جی نے جب وائسرائے کو اشیر واد دی ہے وائسرائے نے کہا تھا کہ ہندوستانی رہنماؤں کو وائسرائے کی لیڈری تسلیم کرنی پڑے گی۔ گاندھی جی نے ان کی اس خواہش کو پسند کیا اور اس کی تعریف کی کہ ویول برطانوی حکومت کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام نہیں کریں گے۔

۹ رجون کو مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے آل انڈیا ریڈیو کے نامہ نگار سے "اپنی ذاتی رائے" یہ بیان کی کہ اب ایسی صورت حال پیدا ہو چکی ہے جس میں وائسرائے جیسے ہمدرد اور غیر جانب دار آدمی کی مداخلت کے بغیر کانگریس اور لیگ کو متحد نہیں کیا جا سکتا۔

یہ باتیں شاید بھولا بھائی ڈیسائی بے احتیاطی میں کہہ گئے تھے کیوں کہ دوسرے دن اخبارات نے اس خبر کو بالکل حذف کر دیا لیکن تیر ہاتھ سے نکل چکا تھا بہت سے لوگ ریڈیو کو یہ بیان سن چکے تھے۔

تمام کانگریسی اخبارات نے یہ جملہ وائسرائے کی طرف منسوب کیا ہے "مسٹر جناح، اب ساتھ دیں یا نہ دیں، میں ان تجویزوں پر عمل کرا کے رہوں گا"۔ جو اخبارات کسی قدر ذمہ دار ہیں انھوں نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ وائسرائے مسٹر جناح کو راضی کر لیں گے۔ دوسرے خصوصاً ہندی اور مراٹھی وغیرہ کے اخبارات جو زیادہ انتہا پسند واقع ہوئے ہیں صاف صاف یہ مطالبہ کرنے لگے ہیں کہ لیگ کو منہ توڑ جواب دیا جائے لیکن طرفہ یہ کہ یہ امید وائسرائے سے کی جاتی ہے کہ وہ ہندوستانی قومیت کو فائدہ پہنچانے کے لئے لیگ کو منہ توڑ جواب دیں۔

شملہ کانفرنس اب بھی کامیاب ہو سکتی ہے

آج شملہ کانفرنس کی ساری باگ ڈور ویول کے ہاتھ میں ہے ہندوستانی رہنما چاہیں تو یہ باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکتے ہیں لیکن اس کے لئے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ ایک متحدہ محاذ قائم کریں۔ اس متحدہ محاذ کا انحصار کانگریس اور لیگ کے سمجھوتہ پر ہے۔ اگر سمجھوتہ ہو جائے تو شملہ کانفرنس میں اب بھی پانسہ پلٹ سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ دونوں جماعتیں اپنی موجودہ ذہنیت کو ترک کر دیں۔ وہ یہ خیال چھوڑ دیں کہ ہندو مسلم مساوات کے اصول سے فائدہ اٹھا کر دوسرے کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔

ہندو مسلم مساوات کی غرض اگر ہندو مسلم اتحاد قائم کرنا ہے تو اس کا مطلب کانگریس لیگ مساوات کے سوا کچھ نہیں کانگریس بجائے خود ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ اسے مسلم عوام کا اعتماد نہیں حاصل ہے اس ناکامی کی قیمت اسے ادا کرنی ہوگی۔ اور یہ قیمت یہی ہو سکتی ہے کہ وہ لیگ کو مساوات کا درجہ عطا کرے۔ دوسری طرف اگر کانگریس اپنے حصہ میں سے قوم پرست مسلمانوں کو کچھ نشستیں دینا چاہے تو لیگ کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ مسلمانوں میں آپس میں جو اختلافات آج موجود ہیں لیگ ان کو نظر انداز نہیں کر سکتی دوسرے لیگ کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ وہ کانگریسی نمائندوں کے انتخاب میں بھی مداخلت کرے۔

اعلان

محکمہ معتمد سرکار عالی صیغہ رسد

نشان (۳۰۰) مورخہ ۲۹ امرداد

حسب الحکم عالیجناب نواب سر صدر اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت قاعدہ ۲، ذیلی قاعدہ (۲)، قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی بابت ۱۳۴۹ف صدر اعظم باب حکومت کو حاصل ہیں۔ اعلان محکمہ رسد نشان (۹۱) مورخہ یکم بہمن ۱۳۵۲ف میں حسب ذیل ترمیم کی جاتی ہے جس کا نفاذ تاریخ اشاعت اعلان جریدہ سے ایک ہفتہ بعد ہوگا۔

اعلان مذکور کے فقرہ ۳ ذیلی فقرہ ( ) کے مندرجہ استثناء کے تحت مد (ب) کے بعد حسب ذیل عبارت میں مد (ج) کا اضافہ کیا جائے۔

"(ج) سررشتہ زراعت سرکار عالی کو باغراض تخم بہ اجازت تعلقدار دھان کی بیع۔"

منجانب معتمد رسد

اعلان

محکمہ معتمدی سرکار عالی صیغہ رسد

نشان (۲۹۹) مورخہ ۲۹، امرداد ۱۳۵۲ ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت شرط مندرجہ دفعہ ۶ ضمن (۲)، دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابتہ ۱۳۵۳ ف مجھے حاصل ہیں و بحوالہ فقرہ (ب) ضمن مذکور اشیاء مندرجہ خانہ (۱) ضمیمہ منسلکہ ہذا کی قیمت فروخت کے تعین کی غرض سے حسب صراحت مندرجہ خانہ جات ۲، ۳ و ۴ و ۵ اس فیصدی اضافہ کی منظوری دی جاتی ہے جو متعلقہ صورتوں میں قیمت وردو یہ بندرگاہ (Landed cost) پر عاید کیا جاسکتا ہے۔ یعنی

(۱) اگر شے کو کوئی ایسا تاجر فروخت کرے جو اس کو بیرون ہند ممالک سے درآمد کیا ہو تو انتہائی اضافہ جو قیمت وردو یہ بندرگاہ پر عائد کیا جائے گا۔ خریدار تھوک فروش یا ایجنٹ ہونے کی صورت میں حسب صراحت مندرجہ خانہ (۲) ہوگا اور خریدار چلر فروش ہونے کی صورت میں حسب صراحت مندرجہ خانہ (۳) ہوگا۔

(۲) تھوک فروش یا ایجنٹ کسی چلر فروش کو فروخت کرنے کی صورت میں اضافہ حسب صراحت مندرجہ خانہ (۴) عاید کیا جاسکے گا۔

(۳) غیر مصرحہ صورتوں میں اضافہ حسب صراحت مندرجہ خانہ (۵) عاید کیا جائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایسی شے مقام بندرگاہ کے سوائے کسی دوسرے مقام پر فروخت اور حوالہ کی جانے کی صورت میں فروخت کنندہ مجاز ہوگا کہ قیمت وردو یہ بندرگاہ پر حسب ذیل مزید اضافہ عائد کرے۔

(۱) محصول کروڑگیری جو ادا کیا گیا ہو۔

(۲) اخراجات حمل و نقل جو شے کو مقام بندرگاہ سے مقام حوالگی تک لے جانے کے لئے ادا کئے گئے ہوں مگر ایسے اخراجات اس رقم سے متجاوز نہ ہو سکیں گے جو شے مذکور کو قریب ترین بندرگاہ سے مقام حوالگی تک ایسے ذرائع حمل و نقل کے ذریعہ جو معمولاً ایسے اغراض کے لئے استعمال ہوتے ہوں لے جانے میں صرف ہوئے ہوں۔

نوٹ: ضمیمہ منسلکہ اعلان ہذا کے اندراجات فنی نوعیت کے ہونے کی وجہ سے ان کو انگریزی زبان میں درج کیا گیا ہے۔ فقط

منجانب جنرل رسد

کانگریس سے بیگانہ ہو کر تمام نمائندہ مستوار ہو۔ کانگریس لیگ مساوات کی بنا پر جو سمجھوتہ ہوگا اس سے لیگ کی نمائندہ حیثیت بھی قائم رہے گی اور کانگریس کی قومی حیثیت پر بھی حرف نہیں آئے گا۔ کانگریس لیگ اتحاد کی بدولت سامراج پرست اور رجعت پرست عناصر حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔

ہندوستان میں برطانوی ہائی کمشنر کا تقرر

بقیہ سلسلہ صفحہ اول

ہیں جیسا کہ انھوں نے اسمبلی میں اپنی تقریر کے دوران میں وعدہ کیا تھا اور یہ بتلائیں گے کہ حکومت برطانیہ کے کیا رجحانات ہیں۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب تک قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء سے برطانوی تجارتی تحفظات سے متعلق ان دفعات کو منسوخ نہ کیا جائے جو بے حد سخت اور عدیم المثال ہیں برطانوی مفادات کی نمائندگی اور حفاظت کے لئے کسی ہائی کمشنر کے تقرر کی کوئی ضرورت نہیں۔ قانون حکومت ہند میں ان مفادات کی کوئی سے زیادہ حفاظت کی گئی ہے۔ جب یہ دستوری تحفظات باقی ہیں ہائی کمشنر کا تقرر بالکل بے محل ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ سیاسی قائدین ملک کی معاشی آزادی کی بنیادی مسئلہ کو نظر انداز نہ کر سکیں گے۔ گول میز کانفرنسوں ان تجارتی تحفظات کی سب سے زیادہ مخالفت مسٹر جناح کی تھی اور سیاسی حقوق کے حصول کی کوشش میں معاشی آزادی کو قربان نہ کرنا چاہیے۔

(بمبئی کرانیکل ویکلی)

اعلان

محکمہ معتمد سرکار عالی صیغہ رسد

نشان (۲۹۶) مورخہ ۲۵ امرداد ۱۳۵۲ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ ۱۱ دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابتہ ۱۳۵۳ف مجھے حاصل ہیں بذریعہ ہذا ہندوستان میں تیار شدہ مصنوعی ریشمی پارچہ کے تمام تیار کنندوں اور تاجروں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بہ پابندی ہدایات مندرجہ ذیل پارچہ کے ہر تھان پر جو بغرض فروخت رکھا گیا ہو یا فروخت کے لیے مقصود ہو قیمت فروخت وحدود کارخانہ (Ex-mill Price) اور قیمت چلر فروشی درج کریں۔

(۲) ہر تیار کنندہ پر لازم ہوگا کہ وہ الفاظ اور اعداد میں حسب ذیل اندراجات کرے جن عرض نصف انچ سے کم نہ ہو۔

(۱) اس کے تیار کردہ پارچہ کے ہر تھان کے ہر سرے پر

(الف) اس کی قیمت فروخت فی گز

(ب) نشان تجارت یا اس خاص پارچہ کا نام اور

(ج) تیار کنندہ کا نام

(۲) ایسے تھان کی ایک لانبائی کے کنارے کے ہر گز پر قیمت چلر فروشی فی گز۔

(۳) اگر تیار کنندے نے اندراجات مذکورہ صدر نہ کئے ہوں تو تاجر پر لازم ہوگا کہ ہر تھان پر اپنی قیمت فروخت فی گز کی چیٹی چسپاں یا منسلک کرے۔ اس حکم کی تعمیل اعلان ہذا کے جریدہ میں شائع ہونے کی تاریخ سے اندرون پندرہ یوم کی جائے گی۔

(۴) تیار کنندوں یا تاجروں کی درج کردہ قیمتیں ان حدود سے متجاوز نہ ہو سکیں گی جو تحت دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی معین ہیں۔ فقط

منجانب معتمد رسد

مطبع [illegible] پریس [illegible] میں چھپ کر دفتر [illegible] سے شائع ہوا